ناصر خسرو

خواجہ عبدالحمید یزدانی*

حکیم الامت نے جاوید نامہ میں ایک جگہ ایران کے مشہور شاعر ناصر خسرو کے ایک قصیدے سے ذیل کے پانچ اشعار[1] اس ذیلی عنوان کے ساتھ درج کیے ہیں :

نمود ار می شود روح ناصر خسرو علوی و غزلے مستانہ سرائیدہ غایب میشود ۔

دست را چون مرکب تیغ و قلم کردی ، مدار
هیچ غم ، گر مرکب تن لنگ باشد یا عرن
از سر شمشیر و از نوک قلم زاید ہنر
ای برادر ہمچو نور از نار و نار از نارون
بی ہنردان نزد بی دین ہم قلم ہم تیغ را
چون نباشد دین ، نباشد کلک و آہن را ثمن
دین گرامی شد بدانا و بنادان خوار گشت
پیش نادان دین چو پیش گاو باشد یاسمن
ہمچو کرباسی کہ از یک نیمہ زو الیاس را
کرتہ آید وز دگر نیمہ یہودی را کفن

جو جذبہ ان پانچ اشعار میں کار فرما نظر آتا ہے وہ ناصر خسرو کے تقریباً

*خواجہ عبدالحمید یزدانی لیکچرار گورنمنٹ کالج بہاول پور ۔

۱۔ ناصر خسرو کا یہ قصیدہ چھیالیس اشعار پر مشتمل اور اس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے :

ای دیدہ ہمچو خون کردہ رخان از خون دل
خون دن خونت بخواہد خورد ، گرد دن مدن

مذکورہ بالا پانچ اشعار اس قصیدے کے مختلف مقامات سے لیے گئے ہیں ۔ دیوان اشعار حکیم ناصر بن خسرو قبادیانی مرتبہ حاجی نصراللہ تقوی مطبوعہ ایران ، صفحہ ۳۲۹ - ۳۳۱ ۔

تمام قصائد میں پورے طور پر جاری و ساری ہے ۔ اس کے ان جذبات و خیالات سے بحث کرنے سے بیشتر مناسب ہوگا اگر اس کی زندگی کے مختصر حالات[۲] بیان کر دیے جائیں تاکہ اس پس منظر کے ساتھ اسے سمجھنے میں آسانی رہے ۔

ناصر بن خسرو بن حارث نام ، ابو معین کنیت اور لقب و تخلص ''حجت''[۳] حجت کا لقب جو اسماعیلیہ[۴] فرقے کا ایک مذہبی درجہ ہے ، اسے فاطمی خلیفہ نے دیا تھا ۔ قبادیان (بلخ) سے تعلق تھا ، بعد میں بلخ اور مرو میں رہنے کے سبب بلخی

۲۔ ان حالات کے لیے دیباچہ دیوان ناصر خسرو از تقی‌زادہ ، صفا : تاریخ ادبیات در ایران دوم ، شفق : تاریخ ادبیات ایران ، براؤن : تاریخ ادبیات ایران ، دوم ، فارسی ترجمہ اور تعلیقات و حواشی ؛ اردو ترجمہ دربار ملی از راقم حروف (مجلس ترقی ادب لاہور) صفحہ ۲۷۷ سے استفادہ کیا گیا ہے ۔

۳۔ **حجت :** خلفائے فاطمی کے ''باطنیہ اسماعیلیہ'' پیروکار انھیں (خلفا) امام زمان جانتے تھے ۔ اس کے علاوہ امام کے بارہ ''نقیبوں'' یا ''بابوں'' کے بھی قائل تھے جن میں سے ہر ایک دنیا کے کسی ایک حصے میں اسماعیلی فرقے کے تبلیغ و اشاعت پر مامور ہوتا ۔ ایسا علاقہ ''منطقہ'' اور اس علاقے کا نقیب یا باب ''حجت'' کے نام سے موسوم ہوتا ، اور وہ امام اور اس علاقے کے لوگوں بالخصوص اپنے فرقے کے لوگوں کے درمیان ایک وسیلہ ہوتا تھا ۔ (دیباچہ دیوان ناصر خسرو ، حاشیہ صفحہ ح)

۴۔ **اسماعیلیہ :** شیعہ فرقے کی ایک شاخ ہے ۔ یہ فرقہ اسماعیل بن جعفر صادق اور ان کے بھائی موسی بن جعفر کی امامت پر اختلاف کے سبب معرض وجود میں آیا ۔ امام جعفر نے پہلے اسماعیل کو جانشین بنایا تھا لیکن پھر کسی بنا پر موسیٰ کو نامزد کیا ۔ اسماعیل باپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے ۔ ان کے طرف داروں کا کہنا تھا کہ امام جعفر کی رحلت کے بعد امامت خاندان اسماعیل ہی میں رہنا چاہیے اور چونکہ اسماعیل اپنے والد کی وفات سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے اس لیے امامت محمد بن اسماعیل کو منتقل ہوئی جو ''سابع تام'' ہیں اور ساتواں دور ان پر ختم ہو جاتا ہے اور ان کے بعد ان کے خاندان میں باقی رہے گی تو یہ طرفداران اسماعیل ، اسماعیلیہ یا ''باطنیہ سبعیہ'' کہلائے ——— محمد کے بعد کے امام دو دستوں میں بٹ گئے ۔ ایک دستہ کے امام ''ائمہ مستور'' کہلائے جو شہروں میں خفیہ طور پر گھومتے جبکہ ان کے داعی آشکارا تبلیغ میں مصروف رہے ۔ ان ائمہ کے بعد عبیداللہ مہدی کا دور آیا جنھوں نے کھلم کھلا تبلیغ کی اور ان کے بعد ان کی اولاد امام ہے ۔

اسماعیلی اپنی تبلیغ میں خاص مراحل کو پیش نظر رکھتے تھے ۔ ان کے داعی حسب مراتب متعین ہوتے ۔ آخری مرتبہ ، مرتبہ حجت تھا جس پر صرف چند ایک داعی ہی پہنچتے تھے ۔ ایرانیوں میں یہ رتبہ صرف ناصر بن خسرو اور

اور مروی بھی کہلایا ۔ حکیم الامت کی طرح بعض دوسرے لوگوں نے بھی اسے علوی لکھا ہے لیکن اس سلسلے میں کوئی صحیح ماخذ دستیاب نہیں ہے ۔ یہ جو بعض جگہ اس کا نسب پانچ واسطوں سے امام علی بن موسیٰ الرضا سے ملایا جاتا ہے تو یہ غلط ہے ۔ البتہ اسے طبرستان کے سادات حکمرانوں میں سے ایک ناصر علوی (چوتھی صدی ہجری) یا سید محمد ناصر علوی اور اس کے بھائی سید حسن ناصر علوی سے کہ دونوں شاعر تھے اور ان کا ذکر لباب الالباب میں ہے ، خلط ملط کر دیا گیا ہے ۔ ورنہ یہ بات قطعی ہے کہ ناصر خسرو سادات میں سے نہ تھا ۔

ناصر ذیقعد ۳۹۴ھ[۵] میں قبادیان میں پیدا ہوا ، اور ۴۸۱ھ میں بمقام یمگان (بدخشاں) وفات پائی ۔ اس کا تعلق اسماعیلی فرقے اور بڑے ثروت مند خاندان سے تھا ۔ بچپن ہی سے علم و ادب میں مشغول ہوا ۔ جوانی میں سلاطین و امرا کے درباروں میں رسائی پا کر مراتب عالی سے سرفراز ہوا ۔ محمود غزنوی اور اس کے بیٹے مسعود کے درباروں میں رہا ۔ اس لحاظ سے ۲۶ برس کی عمر میں اس کا تعلق دربار سے ہو گیا ۔ ۴۳ سال کی عمر تک جبکہ وہ سفر کعبہ پر روانہ ہوتا ہے ،

حسن بن صباح کو ملا ۔ یہ لوگ اپنی تبلیغ کے بلند مرحلوں میں فلسفہ اور دین کو ایک دوسرے کا لازمہ جانتے تھے ۔ یہاں تک کہ فلاسفہ بزرگ کو انبیاء کے ہم پایہ قرار دیتے تھے ۔ ان کا کہنا تھا کہ پیغمبر ''سیاست عامہ'' کی تنظیم و تنسیق کرتے ہیں اور فلسفی ''حکمت خاصہ'' کی ۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی تبلیغ میں اپنے پیروکاروں کے اذہان کو آغاز کار ہی سے یونانی فلسفہ کے اجرا سے آشنا کرتے ۔ ان کا اعتقاد تھا کہ دین کے ظواہر کے کچھ باطن ہیں جن سے فقط امام آگاہ ہے ۔ ان ''باطنوں'' کو یا تو امام سے یا پھر کسی ایسے شخص سے سیکھنا چاہیے جس نے ان کی تعلیم امام سے پائی ہو ، اور یہی امر اس کا سبب بنا کہ یہ لوگ دین کی ظاہری باتوں سے ہٹ کر اس کی حقیقت اور نچوڑ کی طرف متوجہ ہوئے ۔ چونکہ یہ ان ''باطنوں'' کو عقلی و فلسفیانہ تاویلوں سے ظاہر کرتے تھے اس لیے قدرتی طور پر انھیں تفکر و استدلال کی عادت پڑ جاتی تھی ، اور پھر چونکہ اپنی تبلیغ و دعوت میں فلسفہ یونان کے اصولوں سے استفادہ کو جائز سمجھتے تھے ، اس لیے طبعی طور پر فلسفیانہ علوم کی تحصیل میں رغبت رکھتے اور حکما و علماء کے حامی ہوتے تھے ۔ نظام الملک طوسی نے اپنی کتاب سیاست نامہ میں اس فرقے کی کچھ تاریخ بیان کی ہے ۔ صفا : تاریخ ادبیات اول ، ۲۴۵ - ۲۴۹ ، براؤن تاریخ ادبیات ایران فارسی ترجمہ ۵۶۹ ، ۵۷۰ ۔

۵- بگذشت ز ہجرت پس سیصد نود و چار
بنہاد مرا مادر بر مرکز اغبر

(دیوان صفحہ ۱۷۳)

سکریٹری جیسے بلند عہدے پر پہنچ چکا تھا ۔ اپنے ہم عصروں میں وہ ''ادیب'' اور ''دبیر فاضل'' کے الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا ۔ بادشاہ نے اسے ''خواجۂ خطیر'' کا خطاب دے رکھا تھا ۔ گویا شروع ہی سے اسے دربار بلخ میں جو غزنویوں کا موسم سرما کا پایۂ تخت تھا ، خاصا اقتدار و نفوذ حاصل ہو چکا تھا ۔ جب سلجوقیوں نے اس شہر پر قبضہ کیا تو اس کے اعتبار و نفوذ میں اور بھی اضافہ ہوا ۔

۴۳۲ھ میں ناصر مرو چلا گیا اور وہاں سلجوق حکمران ابو سلیمان چغری بیگ کے دربار میں خدمت دیوانی پر مامور ہوا ۔ اس نے ایک عرصہ کسب مال و جاہ اور لہو و لعب میں بسر کیا ۔ اس دوران میں آہستہ آہستہ اس کی طبیعت میں تبدیلی پیدا ہوتی رہی اور معرفت حقائق کی جستجو میں وہ علماء عصر سے بحث و مذاکرہ کرتا رہا ۔ لیکن اس کی طبیعت تقلید پر مائل نہ ہوئی ۔ اسے اپنے سوالات کے تسلی بخش جواب نہ ملتے جس کے سبب وہ مضطرب سا رہتا ۔ غالباً اسی جستجو کے سلسلے میں اس نے ایک مدت تک ترکستان ، لاہور ، ملتان اور سندھ و ہند وغیرہ کا سفر اختیار اور مختلف مذاہب کے راہنماؤں سے بحث و مذاکرہ کیا ۔ غرض اسی طرح وہ کئی ایک شہروں میں گھوما ۔ آخر ایک خواب[۶]

۶- اس خواب کا ذکر اس نے سفرنامہ میں اس طرح کیا ہے . . . جوزجان پہنچ کر میں نے ایک ماہ قیام کیا ۔ اس دوران میں مسلسل شراب پیتا رہا ۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تم کب تک یہ شراب پیتے رہو گے جو انسان کی عقل کو زائل کر دیتی ہے ، اگر تم ہوش میں رہو تو بہتر ہوگا ۔ میں نے جواب میں کہا کہ حکما اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بتا سکے جو دنیا کے غموں کا مداوا کر سکے ۔ اس نے کہا کہ بےخودی اور بےہوشی میں کوئی راحت نہیں ہوتی ۔ ایسے شخص کو ''حکیم'' نہیں کہا جا سکتا جو لوگوں کو بےہوشی و مستی کی طرف لے جائے ۔ انسان کو تو ایسی چیز کا طلب‌گار ہونا چاہیے جس سے اس کی عقل و خرد میں اضافہ ہو ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ میں ایسی چیز کہاں سے حاصل کروں ۔ اس نے جواب دیا کہ جوئندہ یا بندہ ۔ پھر قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور غائب ہو گیا ۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو یہ تمام خواب مجھے یاد تھا ، اس کا مجھ پر بے حد اثر ہوا ۔ میں نے دل میں کہا کہ کل کی نیند سے تو بیدار ہو گیا ہوں اب مجھے چالیس سالہ نیند سے بھی بیدار ہو جانا چاہیے ، اور یہ سوچا کہ جب تک اپنے تمام افعال و اعمال نہ بدلوں گا مجھے خوشی و مسرت حاصل نہ ہوگی ۔ چنانچہ جمعرات ششم جمادی الآخر ۴۳۷ھ . . . کو غسل وغیرہ کر کے جامع مسجد گیا ، نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے برے کاموں سے بچنے اور جو فرض مجھ پر واجب ہیں ان کے ادا

سے متاثر ہو کر جمعرات ۶ جمادی الآخر ۴۳۷ھ/۱۰۴۵ء کو سفر حجاز پر روانہ ہوا ۔ یہ اس کا دوسرا سفر حجاز تھا ۔ ۴۴۴ھ میں واپس بلخ پہنچا ۔ اس سات سال کے عرصے میں اس نے چار[۷] مرتبہ حج کیا اور ایشائے کوچک ، حلب ، طرابلس ، شام ، فلسطین ، سوڈان ، جزیرۃ العرب ، ارمنستان اور کئی دوسرے ممالک کی سیاحت کی ۔ ۴۳۹ھ میں مصر پہنچا ۔ یہاں تقریباً تین سال رہا ۔ یہاں کچھ عرصہ اس نے علم حساب و جبر مقابلہ اور ہندسہ کا درس دیا ۔ عیذاب (سوڈان) میں چند ماہ خطیب شہر رہا ۔ اس قیام کے دوران میں اس میں ایک بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی ۔ یہیں ایک فاطمی داعی کی وساطت سے باطنیہ اسماعیلیہ میں داخل ہوا ۔ پھر فاطمی خلیفہ المستنصر باللہ ابو تمیم معد بن علی کی خدمت میں پہنچا اور مختلف مراحل و مدارج طے کر کے ''حجت'' کا مرتبہ حاصل کیا ۔ اسی خلیفہ کی طرف سے ''جزیرہ'' خراسان کے مقام حجت اور اسماعیلی فرقہ کی تبلیغ و اشاعت پر مامور ہوا ۔ چناں چہ ۴۴۴ھ میں بلخ پہنچ کر اس نے اس فرقے کی دعوت و تبلیغ شروع کر دی ، اپنے اعیان مختلف اطراف و جوانب میں بھیجے اور اہل سنت علما کے ساتھ مناظرے وغیرہ کیے ، جس کے سبب اس کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے ۔ اسے ملحد و قرمطی قرار دے کر اس کے قتل کے فتوے بھی صادر کیے گئے ۔ چوں کہ خود سلجوق حکمران اس فرقے کے مخالف تھے اس لیے اسے مجبوراً ترک وطن کرنا پڑا ۔

بلخ سے نکل کر وہ نیشاپور پہنچا ۔ وہاں سے مازندران اور آخرکار یمگان میں پناہ لی ۔ درۂ یمگان کے پہاڑوں کے درمیان سکونت اختیار کی اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں اسی طرح مصروف رہا ۔

اس کی تبلیغ کے سبب ایران کے بہت سے اسماعیلی ''ناصریہ'' کہلانے لگے ، چناں چہ ''بیان الادیان''[۸] کے مؤلف نے اس کے متعلق اس طرح اشارہ کیا ہے :

''الناصریہ اصحاب ناصر خسرو ، و او ملعونی عظیم بودہ است و صاحب تصانیف . . . بہ یمگان مقام داشت و آن خلق را از راہ ببرد و آن طریقت او آنجا برخاست''[۹]

کرنے کی توفیق مانگی . . . . بحوالہ تاریخ ادبیات صفا ، II ، ۴۴۹ ۔

۷۔ براؤن نے پانچ حج لکھے ہیں (فارسی ترجمہ صفحہ ۳۳۵) ۔

۸۔ یہ کتاب ناصر خسرو کی وفات کے چار سال بعد تصنیف ہوئی اور اس کا مصنف اس کا ہم عصر تھا ۔

۹۔ بحوالہ دیوان ناصر خسرو مقدمہ لا ۔ ایک اور کتاب ''تبصرۃ العوام'' میں ہے : ناصریہ ، رئیس ایشان ناصر خسرو بود و این ملعون شاعر بود و خلق را گمراہ کرد'' بحوالہ صفا ۔ II ، ۱۸۴ ۔

زندگی کے آخری بیس پچیس برس اس نے یہیں بسر کیے ، تا آنکہ ۴۸۱ھ میں وفات پا کر اسی جگہ مدفون ہوا ۔

ناصر خسرو حافظ قرآن ہونے کے علاوہ اپنے عہد کے علوم متداولہ ، کیا علوم معقول و منقول اور کیا حکمت یونان وغیرہ سب میں بڑی دسترس رکھتا تھا ۔ علم کلام اور علم الٰہیات سے بخوبی آگاہ تھا ۔ ارسطو ، افلاطون اور فارابی و ابن سینا کے فلسفہ سے اسے پوری آشنائی تھی ۔ عربی و فارسی پر پورا عبور تھا ، غالباً ہندی کی بھی اسے کچھ شد بد تھی ، کتابوں سے اسے اس قدر لگاؤ تھا کہ سفر و حضر میں اپنی کتب اپنے ساتھ ہی رکھتا ۔ حتیٰ کہ عربستان سے ایران واپس آتے ہوئے کئی ایک دشوار مواقع پر اسے کتابیں اونٹ پر لاد کر خود پیدل چلنا پڑا ۔ مختلف مذاہب ——— ہندو مت ، مانویت ، صائبین ، نصاریٰ ، یہود ، زردشت وغیرہ سے اسے آگاہی تھی ۔ ان مذاہب کے متعلق اس کے دیوان میں اشارے ملتے ہیں ۔

تالیفات ناصر خسرو : اس کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے ، جن میں سے بقول آقائے تقی زادہ ، کچھ تصنیفات کے وجود کی حقیقت مجہول بلکہ مشکوک ہے ۔ مثلاً تفسیر قرآن جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ عقاید اسماعیلیہ کے مطابق لکھی گئی ، کنز الحقایق وغیرہ ۔ اس کی مسلمہ تصنیفات میں سے چند اہم تصانیف یہ ہیں :

(۱) **سفرنامہ :** اس میں اس سفر کا حال ہے جس کا آغاز ، ایک خواب کی بنا پر ، اس نے ۴۳۷ھ میں کیا ۔

(۲) **زادالمسافرین :** اسماعیلی علم کلام کی اہم ترین کتاب ۔

(۳) **وجہ دین :** اہم مذہبی کتاب جس میں اس نے علم کلام کے مسائل ، تاویلات ، باطنی عبادات اور احکام شریعت ، اسماعیلی انداز میں لکھے اور اسماعیلی اصطلاحات استعمال کی ہیں ۔

(۴) خوان اخوان ۔

(۵) گشایش و رہایش ۔ اور

(۶) دیوان[۱۰] وغیرہ

ناصرخسرو کا شمار ایران کے عظیم شعرا میں ہوتا ہے ۔ موجودہ دور کے ایرانی مؤرخین و ناقدین ادب کے مطابق وہ ایک ماہر قصیدہ گو[۱۱] ، بلا تردید شاعر توانا و سخن آور ، اور طبع نیرو مند ، سخن استوار و قوی اور اسلوب نادرہ و خاص

۱۰۔ تفصیل کے لیے مقدمہ دیوان ناصر خسرو ن ۔ سج ۔

۱۱۔ شفق ، ۱۴۴ ۔

کا مالک ہے[۱۲] ۔ یہ باتیں اس کی شاعری کی فنی حیثیت پر تو ضرور صادق آتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے لحاظ سے اس کی شاعری میں اتنی جاذبیت نہیں ہے ۔ ایاز فتح پوری کا یہ قول بالکل درست ہے کہ اس کا دیوان ''شعر کی حیثیت سے زیادہ نمایاں چیز نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ وہ اسماعیلی تعلیمات کی انسائیکلوپیڈیا ہے ، بڑی اہمیت رکھتا ہے''[۱۳] درحقیقت جب شعر میں تبلیغ و خطابت کا زور ہو اور وہ بھی براہ راست منطقیانہ انداز میں تو اس میں لطافت ، تغزل ، چاشنی اور تاثیر کا عنصر بہت ہی کم رہ جاتا ہے ۔ ایسا شاعر چند ہی موضوعات تک محدود رہتا ہے اور اس کی شاعری میں گھریے اور نازک خیالات اور شاعرانہ ہیجانات کا فقدان ہوتا ہے ۔ حسن و زیبائی اور ماحول کی دل فریبی پر اس کی نظر کم ہی جاتی ہے جس کے سبب اس کا کلام ، فنی طور پر کتنا پختہ ہی سہی ، چند روکھی پھیکی منظوم نصائح کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا ۔ ناصر خسرو کی شاعری بھی کچھ ایسی ہی ہے ۔

ناصر خسرو ایک بڑا صاحب علم و فضل شاعر تھا ، اس نے منطق اور یونانی فلسفے وغیرہ کا خاصا مطالعہ کیا تھا ۔ اس پر مستزاد یہ کہ جب اس نے مختلف فرق و مذاہب کا مطالعہ کرنے کے بعد اسماعیلی فرقے سے اپنا ناطہ جوڑا تو بڑی سرگرمی سے اس کی تبلیغ میں مصروف ہوا ۔ اسے ہم اُس کی اُس مے نوشی و عیش کوشی کا رد عمل کہہ سکتے ہیں جس میں وہ اپنے مشہور سفر سے پہلے مدتوں مبتلا رہا تھا ۔ اس رد عمل کے سبب وہ مذہب پر اس شدت سے کار بند رہا کہ اس سے ہٹ کر کچھ اور سوچ ہی نہ سکا اور غالباً اسی وجہ سے اس میں ایک روکھا پن اور دنیا سے بیزاری کا جذبہ پیدا ہو گیا ۔ ان باتوں کا اس کی شاعری پر اثر انداز ہونا ایک بدیہی امر تھا ۔ پھر ان عوامل کے علاوہ یہ بات بھی اس کی شاعری میں تغزل و چاشنی وغیرہ کے فقدان کا باعث ہو سکتی ہے کہ اس نے پند و موعظت پر مشتمل موجودہ دیوان کا آغاز ، بگمان غالب ، ادھیڑ عمر (چالیس برس کے بعد) میں کیا ۔ اور یہ وہ عمر ہے جب انسان میں ایام جوانی والی شگفتگی و تازگی نہیں رہتی اور طبیعت میں ایک رکھ رکھاؤ پیدا ہو جاتا ہے ، جس کے باعث انسان شگفتگی طبع کے اظہار سے مجتنب رہنے کی کوشش کرتا ہے ۔ اس کے دیوان کے مطالعے سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی وقت وہ موسم بہار اور مناظر فطرت کی تصویر کشی کرکے ایسے اظہار کی کوشش کرتا بھی

۱۲- صفا ، II ، ۳۵۳ ۔

۱۳- مجلہ نگار علوم اسلامی و علماء اسلام نمبر (۱۹۵۵ء) ۱۳۹ ۔

ہے تو گویا جلد ہی ڈر سا جاتا ہے اور پھر حسب عادت پند و موعظت کا دامن تھام لیتا اور ان مناظر کے حسن کو عبرت کا سامان بنا دیتا ہے :

چند گوئی کہ چو ہنگام بہار آید گل بیارآید و بادام بیار آید
روی بستان را چون چہرۂ دلبندان از شگوفہ رخ و از سبزۂ عذار آید
روی گلنار چو بزداید قطرہ ی شب بلبل از گل بسلام گلنار آید
راز دارست کنون بلبل تا یکچند زاغ زار آید و اُوزی گلزار آید
باغ راکز دی کافور نثار آمد چون بہار آید لؤلؤش نثار آید
گل سوار آید بر مرکب و یاقوتین لالہ در پیشش چون غاشیہ بردار آید
بید با باد بصلح آید دو بستان لالہ با نرگس در بوس و کنار آید
باغ ماندہ‌ی گردون شود ایدون کش زہرہ از چرخ سحرگہ بنظار آید
اینچنین بیہدہ نیز مگو بامن کہ مرا از سخن بیہدہ عار آید
شصت بار آمدہ نوروز مرا مہمان جز ہمہ نیست اگر ششصد بار آید
سوی من خواب و خیالست جمال او کز بچشم تو ہمی نقش و نگار آید
نعمت و شدت او از پس یکدیگر حنظلش با شکر و با گل خار آید
روز رخشندہ کز و شاد شود مردم از پس اندہٗ و رنج شب تار آید
چو تو مدہوش بخاک اندر خسپی چہ بہار آید و چہ دشت ببار آید

یا مثلاً :

از میغ در بار زمین چون سما شد است
و ز لالہ ، سبزہ ہمچو سما پر ضیا شد است
گلبن چو برج جوزا گشت و گل بر او
بشگفت جای جای سماک وعوا[۱۴] شد است
باردی بہشت باد صبا کوہ و دشت را
بر زخمہای باد مہ دی دوا شد است
این پیر گوز پشت کہن گشتہ شاخ گل
باز از صبا[۱۵] بصنعت باد صبا شد است
نوروز توبہ بود جہان را کزو چنین
ہر بد کہ کردہ بود زمستان ہبا شد است
گر باغ تازہ روی و جوان گشت و خند خند
چون ابر نال نال و چنین با بکا شد است
چون دوزخی گر ابر سیاہ و بر آتش است
زو بوستان چرا کہ بہشتی لقا شد است

۱۴- قمر کی ایک منزل - ۱۵- بچپن -

زین پیشتر کلاه و دواج[۱۶] سپید داشت
اکنون وشی[۱۷] کلاه و بهائی قبا شد است

تا بینوا جهان بہ نوا گشت عندلیب
بر شادی از نوای جهان در نوا شد است

گرچہ نوا و لحن نبد باغ راهگزر[۱۸]
آن بینوا و لحن کنون با نوا شد است

این نو شکوفہ زندہ سر از باغ بر زدہ
برما ز روز حشر و قیامت گوا شد است

آنست نیکبخت کہ پوشیدہ بین دلش
از حشر بر یقین بگواہی گیا شد است

اگرچہ اس نے خود پند و موعظت کے لیے شعر کا دامن تھام رکھا ہے لیکن اپنے مذہبی جنون کے سبب جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ، وہ غزل و مدح سرائی اور اس قسم کی شاعری کو برا کہتا ہے ۔

ای غزلگوی و لہوجوی ، ز من دور کہ من
نہ ز اہل غزل و رود و فسوس ولہوم

چون تو از دلیا گوی و من از دین خدای
نہ تو آن منی و نیز نہ من آن تو ام

غزال و غزل ہر دوان مر ترا
نجویم غزال و نگویم غزل

من جز کہ بمدح رسول و آلش
از گفتن اشعار گنگ و لالم

گر میل کند سوی ہزل گوشم
با نگشت خرد گوش خود بمالم

ننگ دار از آنکہ ہمچون جاہلان ، نوک قلم
بر مدیح شاہ یا میری قلم را تر کنی

فقط ایسے اشعار اس کے نزدیک قابل ستایش اور لائق تعریف ہیں جن میں زہد و طاعت ، پند و موعظت ، حکمت ، منقبت اولیاے حق یا اماموں پر وارد شدہ مصائب کا بیان ہو ۔ اس کے دیوان میں جگہ جگہ پند و موعظت کے موتی بکھرے

۱۶- لحاف ۔ ۱۷- ریشم کی مانند عمدہ کپڑا ۔
۱۸- ہرگز ۔

نظر آتے ہیں ۔ مثلاً :

''دروغ گوئی سے بچو کہ عاقلوں کے نزدیک یہ زبان کا زنا ہے ۔ ہر وقت راست گوئی اختیار کرنی چاہیے تا کہ سوگند کی ضرورت نہ رہے ۔ دروغ ''گند'' ہے اس سے دور رہے تا کہ تمہارا منہ گناہ سے بچا رہے (دیوان صفحہ ۹۰) مکر و حسد سے احتراز کرو کہ یہ وبال و بلا ہیں ۔ نرمی سے بات کرنی چاہیے کہ تیزی سے دل و جان کو رنج پہنچتا ہے ۔ نیز نرمی سے بہت سے دل رام ہو جاتے ہیں اور تیزی بڑے بڑے پختہ عقل لوگوں کو بھی خامی کا شکار بنا دیتی ہے ۔ ۔ ۔'' ۵۱۵ ۔

لیکن کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ یہی ناصح شاعر جب اپنے مخالفین کا ذکر کرتا ہے تو انہیں ایسی ایسی گالیوں سے یاد اور خطاب کرتا ہے کہ اس کا ایک غیر جانبدار قاری بھی اس کے زہد و ورع سے بد ظن ہو جاتا ہے ۔ غیر اسماعیلیوں کو وہ ''ناصبی'' کے لفظ سے پکارتا ہے (جن میں حنفی ، اہل سنت ، مالکی ، حنبلی وغیرہم آتے ہیں) ۔ ''ناصبی'' پر دیگر سینکڑوں اشعار کے علاوہ پورا ایک قصیدہ لکھا ہے ۔ ان اشعار میں کہیں وہ انہیں ''خر'' بلکہ خر سے بھی بدتر کہتا ہے اور کہیں ابلیس لعین کے ہمراہی ۔ بقول اس کے یہ حیوان لوگ اپنی جہالت و سفاہت کے سبب شہرت کے مالک ہیں (صفحہ ۱۰۰) علم فروش علما (مراد مخالف علما) کے پر و بال عقاب کے سے ہیں اور حرص میں وہ جنگلی سور کی مانند ہیں ۔ (صفحہ ۲۰۲)

آگے چل کر کہتا ہے کہ مئے جوشیدہ صاحب رائے (امام ابو حنیفہ) کے نزدیک حلال ہے ۔ شافعی شطرنج کو مباح کہتا ہے ۔ ''کودک سادہ زنخ'' کی صحبت کو مالک نے جائز قرار دیا اور اس کا جواز پیش کیا ہے ۔ گویا تین اماموں کے طریق میں مے و قمار و لواطت تجھے (ناصبی) حلال ہیں ۔ شاباش ! سربلند رکھ ۔ اگر یہی دین خدا اور یہی حق و صواب ہے تو پھر تمام دنیا میں نہ کوئی ''محال'' ہے نہ کوئی ''مجاز'' ۔ ان لوگوں نے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اگر ترک طراز (کافر) ہم پر فتح پا لے تو وہ اس کا آدھا بھی نہیں کرے گا ۔ سچ بات تو یہ ہے کہ لوگ اماموں (ابو حنیفہ ، مالک وغیرہم) کی طرح سب کے سب مسخرے ، مطرب اور طرار و طناز ہو گئے ہیں[۱۹] ۔ (صفحہ ۲۰۲)

آخری ایام میں اس کی مخالفت بہت بڑھ گئی تھی جس کے سبب اسے یمگان

۱۹ ۔ ایک اور جگہ چاروں اماموں کے ساتھ مذکورہ باتیں منسوب کر کے کہتا ہے ۔ لہٰذا شراب اور بھنگ پیو ، (برا فعل کرو) اور جؤا کھیلو کہ مسلمانی ان چار اماموں پر ختم ہو جاتی ہے ۔ (صفحہ ۵۰۵)

میں گوشہ نشینی اختیار کرنا پڑی ۔ اس کا ذکر اس نے بہت سے مقامات پر کیا ہے ۔ چنانچہ ایک جگہ خدا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے :

''میں ابوحنیفہ کے لشکر کے ڈر سے قلعہ (یمگان) میں بے چارہ و در ماندہ پڑا ہوں ، کیونکہ تیرے رسول (صلعم) سے دوستی کے باعث میں اس (ابو حنیفہ) کے لشکر کے نزدیک گنہگار ہوں . . . روز محشر تو اس بےلگام گایوں کے ریوڑ کے خلاف میری داد کو پہنچنا اور انصاف کرنا ۔ میں اس گمراہ حیوانوں کے گلے کے ساتھ ہرگز نہیں چاوں گا کہ میں گدھا نہیں ہوں ۔ اگرچہ میں خوب و خوش سخن کے باعث عزیز و خوشگوار کھجور ہوں لیکن ان عوام کے نزدیک خاک کی طرح خوار ہوں ، کیونکہ ان کی اندھی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہوں ۔ ان گمراہ بھیڑیوں اور ریچھوں سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں ۔'' (صفحہ ۲۷۶)

اپنے عقاید میں حد درجہ متعصب اور انتہا پسند ہونے کے باعث جہاں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اپنی بے پناہ محبت و عقیدت کا اظہار کرتا اور ان کا نام نہایت احترام سے لیتا ہے ، وہاں دوسرے خلفاء رضوان اللہ علیہم بالخصوص حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا ذکر بےحد بھونڈے انداز میں کرتا ہے ۔ شریعت و خلافت کو وہ جاگیر قرار دیتا ہے جس کے حقدار ، بقول اس کے ، صرف حضرت علی تھے ۔ اس سلسلے میں وہ جو دلیلیں پیش کرتا ہے وہ وہی ہیں جو کسی جاگیر کے وارثوں کے حق میں دی جاتی ہیں ۔

شریعت و خلافت کے متعلق اس کا کہنا ہے کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ پیغمبر (صلعم) نے رحلت کے وقت امت و دین فلاں فلاں کو سونپا ، یہ غلط ہے ۔ ان جاہلوں کو خبر نہیں کہ پیغمبری تو ''ملک الہی'' ہے جو قیصر و خاقان کی مملکت سے بڑھ کر ہے تو جب کسی بھی بادشاہ نے اپنا ملک کسی غیر کے حوالے نہیں کیا (اور تاریخ عالم اس کی شاہد ہے) اور کسی بڑی مسلمان نے اپنی میراث اپنی دختر ، اپنے داماد اور نواسے کے علاوہ کسی اور کو نہیں دی تو پھر (شریعت و خلافت کیوں کسی غیر کو سونپی جائے)[۲۰] ۔ آگے چل کر کہتا ہے :

''یا پھر ہمارے (یعنی مخالفین) خیال کے مطابق رسول (صلعم) نے خداوند بزرگ

۲۰۔ ایک اور جگہ کہتا ہے :

رہ سترِ یزدان کہ داند ، پیمبر
پیمبر بکہ سپرد این سر ، بحیدر (دیوان صفحہ ۱۶۹)

کے قول پر عمل نہیں کیا[۲۱] ۔ تمھارے تو مغز میں آتش عصیاں کا دھواں بھرا ہے ۔ کس لیے ایسی خام باتیں کرتے ہو ، وہ دن آنے والا ہے جب تم اپنی اس بیہودہ گفتار کے باعث حسرت و غم کے مارے اپنے دانتوں سے پتھر چباؤ گے لیکن اس روز یہ حسرت و پریشانی بے سود ہوگی ۔ فرزند نبی (صلعم) نے اپنے جد کی جگہ لی ہے ۔ برگزیدہ وہی ہے جسے خدا چنے ۔ تم لوگ اس سلسلے میں خواہ مخواہ بیہودہ و بے سرو پا باتیں کر رہے ہو (صفحہ ۳۵۲ ، ۳۵۳) ۔

ناصر خسرو کے نزدیک اسلام کی ''اصل'' دو چیزیں ہیں ۔ قرآن اور ذوالفقار ۔ بقول اس کے ، اس میں نہ تو کسی مسلمان کو اختلاف ہے اور نہ کسی مشرک ہی کو[۲۲] ۔ اس کا کہنا ہے کہ احمد مختار شمس ہیں اور حیدر کرار نور ۔ یہ اس کے بغیر موجود نہیں اور وہ اس کے بغیر با انوار نہیں ۔ خدا نے آنحضرت کے دل میں جو خزانہ رکھا اس کے نگہبان حضرت علی ہی ہیں (صفحہ ۷۸) ۔ اس کے مطابق حربگاہ میں ہمارے پیغمبر (صلعم) کے پاس سب سے قوی معجزہ حضرت علی کی قوت ہوتی تھی (صفحہ ۲۱۵) ۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا ، اسماعیلیوں کی تمام تر توجہ ظاہر کی بجائے باطن کی طرف ہوتی تھی ، اسی کی وہ تعلیم دیتے اور اس کے لیے مختلف تاویلوں سے کام لیا کرتے تھے ۔ اس سلسلے میں وہ اپنے پیروکاروں کو آغاز کار ہی میں فلسفہ کی جانب مائل کرتے اور تبلیغ کے اعلیٰ مرحلوں میں وہ فلسفہ اور دین کو ایک دوسرے کا ہم پلہ قرار دیتے تھے ۔ چنانچہ ناصر خسرو کے بھی بیشتر اشعار ایسے ہی موضوعات ——— حصول علم و حکمت پر زور ، دین اور باطن کی طرف توجہ ، عقل و خرد اور تاویلات کا ذکر پر مشتمل ہیں ۔ اس کے نزدیک یہ علم و حکمت اور قرآن کے باطنی معنی صرف حضرت علی سے جو مدینۂ علم کے دروازے ہیں یا

۲۱۔ کسی دوسرے مقام پر کہتا ہے : دین خدا ، ملک رسول ہے . . . اگر کسی آدمی کی جائداد اس کی اولاد کو ملتی ہے تو پھر پیغمبر (صلعم) کی شریعت اس کی اولاد کو کیوں نہ پہنچے (۴۱۴) ۔ دختر و داماد اور چچیرے بھائی کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان نے اپنی میراث کبھی کسی دوسرے کو دی ہے ؟ (صفحہ ۵۰۵)

۲۲۔ ایک اور جگہ یوں کہتا ہے :

قرآن بود و شمشیر پاکیزہ حیدر　　دو بنیاد دین متین محمدؐ
کہ استاد با ذوالفقار مجرد　　بہر حربگہ بر یمین محمدؐ
چو تیغ علی داد یاری قرآن　　علی بود بے شک معین محمدؐ

(دیوان صفحہ ۱۰۳)

امام وقت سے سیکھے جا سکتے ہیں ۔ دوسرے سب اس سے بے بہرہ ہیں ۔ ان کے سامنے جب کوئی مشکلات قرآنی یا دوسرے مسائل رکھے جاتے ہیں تو وہ ان کے حل سے عاجز ہوتے ہیں ۔ جہاں بھی اس نے ''عاقل و خرد مند'' کا ذکر کیا ہے وہاں اس کے معنی ایک ''اسماعیلی'' کے ہیں اور علم و عقل و خرد سے اس کی مراد علم باطن ہے ۔ غرض کہ شاید ہی اس کا کوئی ایسا قصیدہ ہوگا جس میں اس نے علم و حکمت وغیرہ کا ذکر نہ کیا ہو ۔ اس سلسلے میں اس کے خیالات اس قسم کے ہیں :

انسان کو خدا نے بقا کے لیے پیدا کیا ہے ۔ یہ بقا علم ، خدا ، رسول اور قرآن سے ہے ، اور قرآن کا ایک خاص گھر ، دروازہ اور چابی ہے ، اگرانسان کو علم و بقا کی ضرورت ہے تو اسے چاہیے کہ وہ دروازے کی طرف جائے اور دربان کو ڈھونڈے ۔ اس گھر کا دروازہ لکڑی کا نہیں ہے ، بلکہ یہ دروازہ وہ دانا ہستی ہے کہ جس سے بہتر خدائے سبحان کا کوئی اور بندہ نہیں ہے ۔ (صفحہ ۱۰) ۔ اگر آدمی آموختن (حصول علم) سے منہ نہ موڑے تو اس کا سر ''سروری'' پا لے ۔ اگر وہ دانش حاصل کرے تو چرخ نیلو فری کو نیچے لے آئے (صفحہ ۱۳) اے انسان اگر تو علم نہیں سیکھے گا تو ماں باپ کی طرح رسوا ہوگا ، اگر تیرا قامت دانش پست ہو تو تیرا قد سرو کی طرح ہی کیوں نہ ہو ، بالکل بے سود ہے (صفحہ ۱۸ ۔) طاعت و دانش کے ساتھ پرہیز اختیار کیا جائے تو انسان آسمان کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے (صفحہ ۱۹) ۔

''گفتار'' عقل سے ہوتی ہے جس کے پاس عقل نہیں وہ گائے ، خر اور خچر کی مانند ہے ۔ وہ شخص اصل میں ''صاحب سخن'' ہے جس کے پاس ''برہان و بیان'' کو ظاہر کرنے والی عقل ہو (صفحہ ۲۵) ''طرب'' کی ضرورت ہو تو انسان کو علم و حکمت طلب کرنا چاہیے ۔ علم و حکمت کی شاخ تک تم ''رطب'' کو بہر طرب پاؤ گے ۔ یہ جو ہای وہو اور ہر لمحہ پاکوبی کرنے والے لوگ ہیں یہ حق کے دیوانے ہیں (ان کے اس فعل کو) ''طرب'' نہیں کہنا چاہیے (صفحہ ۳۶) انسان اور حیوان میں امتیاز علم و طاعت ہی سے ہے (صفحہ ۳۷) اس علم کی طرف کوئی شخص راہ نہیں پا سکتا جب تک اس میں عمل کا مادہ نہ ہو ، کہ خدا نے آیات قرآنی میں عمل ہر ہی خطاب کیا ہے اور عمل ہی کے ثواب کا وعدہ پورا ہوگا ۔ جب رکاب نہ ہو تو آدمی سواری نہیں کر سکتا ۔ علم کے بغیر آدمی اس ''بند عظیم'' سے رہائی نہیں پا سکتا جو تنزیل (قرآن) کے اندر حجاب میں مخفی ہے اور جب تک انسان اس کی تاویل نہیں پائے گا اس کے علم تک نہ پہنچ سکے گا ۔ (صفحہ ۴۱) ۔

نافہ مشک پہلے ایک قطرہ خون ہوتی ہے اور چمکدار موتی شروع میں پانی کا ایک قطرہ ہوتا ہے ۔ (کچھ یہی کیفیت انسان کی ہے یعنی) علم و عمل اسے

''لولوی خوش آب'' کی مانند بنا دیتا ہے ۔ انسان کو اپنا جبہ و دامن زربفت کا بنانے کے لیے جدوجہد کرنے کی بجائے اس امر کی کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا دامن و جیب پاک رہے کہ زیور و زینت تو عورتوں کے لیے ہے اور مرد کا زیور علم و ادب ہے (صفحہ ۴۲) اہل خرد جبر اور قدر کے درمیانی راستے پر چلتے ہیں ۔ دین کا صحیح راستہ وہی ہے جسے خرد پسند کرے ، اور خرد اہل زمین کے لیے خدا کا بہت بڑا عطیہ ہے ۔ خرد وہ چیز ہے کہ جب انسان اس کی راہ پر چلے تو اس کی خاک سے موتی اگنے لگیں ۔ خرد ہی کی بدولت انسان خدا کے خطاب و ثنا کا اہل بنتا ہے ۔ خرد ہر قسم کے خلل اور غم سے خالی ، خوف سے دور اور ہر درد کی دوا ہے ۔ دنیوی معاملات میں یہ ایک مخلص دوست اور اسلحہ ہے اور راہ دین میں عمدہ اسلحہ و عصا ہے ۔ بے خرد آزاد ہونے کے باوصف مقیّد اور باخرد مقیّد ہونے کے باوجود آزاد ہے (صفحہ ۴۶ ، ۴۷) تن جان سے اور جان علم سے زندہ ہے ۔ دانش انسانی جان میں گوہر ہے ۔ (صفحہ ۴۸) جان کو علم سے دھونا چاہیے کہ یہ اس (جان) کے لیے ایک مبارک صابون ہے ۔

ناصر خسرو کے نزدیک فقہ اور اس کا علم ، مکر و حیلہ ہے ، ہر وہ دانا جو حیلہ جو اور مکار نہیں ہے ، اس کی طرف توجہ نہیں کرتا ۔ اس علم فقہ کو ، بقول اس کے اگر غول شہر کہا جائے تو عین مناسب اور اگر دیو دہر (شیطان زمانہ) کہا جائے تو استغفار کی ضرورت نہیں ۔ یہ گویا علم کو خرد برد کرتا ہے اور خرد برد کرنا گایوں اور گدھوں کا کام ہے ۔ دانا ان بیہودہ کاموں کی جانب رخ نہیں کرتے (صفحہ ۷۷) ۔ صاحب عقل و خرد گوہر ہے اور یہ دنیا دریا ۔ وہ (صاحب خرد) دنیا کے بے شمار جانوروں کو دیکھ کر گھبراتا نہیں ، اس لیے کہ دریا میں موتیوں کی نسبت پتھر زیادہ ہوتے ہیں ۔ خرد مند ، تخم و میوہ ہے ، دوسرے لوگ خار و خس ہیں (صفحہ ۸۶) ۔ عاقل کے سوا کوئی مرد نہیں ۔ بے دانش اگرچہ شکل و صورت سے مرد نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ۔ صرف خرد مند ہی فلک پر اڑ اور دریا پر چل سکتا ہے ۔ عقل و خرد کے لیے ایسی ہستی کے پاس جانا چاہیے جو خرد کے خزانے اور خدائی علم کا دروازہ ہے ۔ اور دانا کے نزدیک جس کا دل دریائے خرد ہے ۔ وہ دریا ہے اور ساری دنیا شمر ۔ اگر کسی کو آتش دوزخ کا خوف ہے تو اسے اس ہستی کے ایمان کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ اس کا ایمان آتش دوزخ کے لیے ڈھال ہے ۔ ہنر اور فضل و خرد اس کی سیرت میں ہے (صفحہ ۸۷) ۔

ایک جگہ کہتا ہے کہ جب تک انسان لطیف و کثیف میں تمیز نہ کر سکے اس وقت تک وہ قفس آہنی میں مقید رہتا ہے ۔ یہ علم و دانش شیطان کے دوستوں تک نہیں پہنچ سکتا ، جس طرح آگ پر یاسمین نہیں کھل سکتی ۔ اشرف المسلمین

رسول خدا (صلعم) کا فرمان ہے ''علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے'' ۔ امام خانۂ اسرار خداوندی ہے ، روح الامین اس کے بہت قرین ہیں ، جب تک کوئی شخص اس (امام) کا ''رسنِ عہد'' نہیں تھامے گا شیطان لعین اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا ۔ علم اس کے سوا اور کہیں نہیں ملے گا ، جس طرح شیر جنگل کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتا ۔ جو کوئی بھی اس کے حضور کا رخ کرتا ہے اس کی جبین پر زہرہ و سہیل چمکنے لگتے ہیں ۔ (صفحہ ۳۵۲) فاطمی[۲۳] خلیفہ ہر زمان اسلام کو تازہ کر رہا ہے ، وہ امام ابن امام اور علم یزدان کی شاخ کا میوہ ہے ۔ وہ علم ، حلم ، حکم اور عدل میں کامل ہے ۔ اس کے علم کی نردبان کے بغیر پُر نور بام تک رسائی نہیں ہو سکتی (صفحہ ۲۹۹) ۔

تاویل کے ایک لغوی معنی ہیں کسی کلام کو اس کے ظاہری معنوں سے ہٹ کر ایسے معنی میں ڈھالنا جن کا احتمال ہو ۔ اور اس لحاظ سے کہ یہ لفظ ''اول'' سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں ''گردانیدن کلام ، بسوی اول و بیان کردن از عبارتی بعبارت دیگر[۲۴]'' ۔ اسماعیلیوں کے یہاں تاویل کا لفظ اپنے اول الذکر معنی میں استعمال ہوتا تھا ، یعنی کلام کے ظاہری معنوں کی بجائے اس کے احتمالی یا باطنی معنوں پر زور ، اور ان کی تمام تر توجہ اسی امر پر مبذول رہتی تھی کہ یہ ان کے مذہب کا ایک اہم رُکن تھا ۔ دین کی تاویل ، قرآن کی تاویل ، شریعت کی تاویل وغیرہ ۔ ناصر خسرو نے اپنے اشعار میں جگہ جگہ تاویل کی اہمیت و ضرورت کا ذکر مختلف انداز میں کیا ہے ۔

بقول اس کے علم تاویل ، دوشیزۂ نہاں ہے ، جس طرح برگ حنظل کے اندر حنظلہ ۔ یہ علم حق ہے ، اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے (صفحہ ۳۸۵) ۔ جو کوئی بھی تنزیل کو بغیر تاویل کے پڑھتا یا اس پر چلتا ہے وہ دین کے معاملے

۲۳۔ فاطمیوں کے متعلق اس نے بہت کچھ کہا ہے ۔ مثلاً دین محمد کی مثال ایک جسد کی ہے اور اس جسد پر فاطمی سر کی مانند ہیں ۔ جب شب دین سیاہ و تاریک ہو تو فاطمی ماہ ، زہرہ اور ستارۂ صبح ہیں ۔ ان کے پدر (علی) نے تمام خلق دنیا میں انصاف پھیلایا ۔ اگر بیٹے باپ کی طرح داد گر ہیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں (صفحہ ۱۰۰) (اے مخاطب) فاطمیوں کی پیروی کر کہ فرمان خداوندی کے سلسلے میں وہ اپنے جد و پدر کے بعد اُمتوں کے راہبر ہیں ۔ ان کے جد ، خدا کی طرف دیو و پری و مردم کے رہبر تھے اور بیٹے اسی جوہر سے ہیں ۔ اگر کسی کا بیٹا اس کے جسم کا جگر ہے تو فاطمی ''حقیقت'' میں نبی و علی کے جگر ہیں (صفحہ ۱۰۱) ۔

۲۴۔ غیاث اللغات ، صفحہ ۱۳۲ ۔

میں دائیں آنکھ سے بھینگا ہے ۔ لفظ "مشک" ہیں اور معنی ان کی بو ۔ اگر مشک میں خوشبو نہ ہو تو وہ خاکستر ہے (صفحہ ۹۳) دین کا ظاہر اس کا جسم ہے اور تاویل اس کی روح ۔ ظاہر ہے کوئی جسم روح کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا (صفحہ ۵۳) ۔ یہ علم (تاویل) مصقلہ ہے اور بجز اس کے کوئی چیز زنگ جہل کو نہیں مٹا سکتی ۔ یہ علم تنزیل میں ہے اور اس علم میں "مثلہائے قرآن" تاج کی مانند ہیں . . . (صفحہ ۳۸۵) ۔ قرآن ، میدانِ خدا ہے جو کوئی سوار ہے اس سے کہو کہ وہ اٹھے ، آگے آئے اور میدان میں گھوڑا دوڑائے : کون ہے جو اس کے حرف متشابہ کے پشتے پر اپنا گھوڑا دوڑا کر لے آئے ؟ قرآن کا پڑھ لینا تو نہایت آسان ہے لیکن اس کی تاویل کا حاصل کرنا دشوار ہے ۔

ناصر خسرو کے نزدیک تاویل کے بغیر قرآن کا پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ڈھور ڈنگر گھاس دانہ کھا رہا ہو ۔ پھر کہتا ہے کہ یہ جو بات میں نے کہی ہے یہ حضرت بوذر نے حضرت سلمان سے کہی تھی ۔ آگے چل کر ایک اور مثال دیتا ہے کہ اس طرح (بغیر تاویل) قرآن کا پڑھنا اخروٹ کو چھلکے سمیت کھانا ہے اور یہ فائدہ مند نہیں ، بلکہ اس سے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے ۔ اس لیے ایسا کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے ۔ اس کے مطابق کلام اللہ کے معنی صرف پیغمبر (صلعم) جانتے ہیں اور اس کی اشکال کو حل کرنے کی قدرت و قوت سوائے آل نبی کے اور کسی کو نہیں[۲۵] ۔ تاویل کے بغیر قرآن پڑھنے والوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ تو جو بصد حیلہ و تقلید قرآن پڑھتا ہے تو یہ اس پرندے کی مانند ہے جو دستان[۲۶] سیکھتا ہے ۔ تیرا اس طرح قرآن پڑھنا سخن مرغ کی طرح بے حاصل ، بے معنی اور بے حجت و برہان ہے ؛ جس چیز کو تو پڑھے اور نہ سمجھے اس سے فغان کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا (صفحہ ۳۵۲) ۔ وہ لوگ جن کا مذہب صرف قرآن کو پڑھنا اور اس کی تاویل سے اجتناب کرنا ہے ، ان کا مذہب "مذہب طوطی" ہے (صفحہ ۳۸۷) قرآن کی تاویل صرف اس ہستی کے خزانے سے مل سکتی ہے جس کا خلق میں کوئی ثانی نہیں ۔

۲۵۔ ایک اور جگہ کہتا ہے کہ دین حق نے قرآن کی پود میں ان (آل نبی) سے تارِ تاویل بُنا ۔ سوائے ان کے چشم دانا آشکار کے نیچے نہاں نہیں دیکھ سکتی (صفحہ ۴۲۵) ۔

۲۶۔ مکر و حیلہ ، نغمہ و سرود ، افسانہ ۔